

سکیولریزم قرآن کی نظر میں

<?xml encoding="UTF-8">

بسم الله الرحمن الرحيم

قرآن کے نقطہ نگاہ سے سکیولریزم پر ایک نظر

سکیولریزم آج کی دنیا میں بحث کا ایک نہایت اہم موضوع بنا ہوا ہے مغربی ذرائع ابلاغ کی جانب سے اس مادی مکتب فکر کی حمایت میں عالمی سطح پر پروپیگینڈا کیا

مقدمہ اول :

سکیولریزم آج کی دنیا میں بحث کا ایک نہایت اہم موضوع بنا ہوا ہے مغربی ذرائع ابلاغ کی جانب سے اس مادی مکتب فکر کی حمایت میں عالمی سطح پر پروپیگینڈا کیا جا رہا ہے اور دیگر قوموں سمیت مسلمانوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے جبکہ یہ ایک اسلام مخالف مکتب فکر اور قرآنی تعلیمات کے سراسر منافی ہے ۔

مقدمہ دوم :

تاریخ گواہ ہے کہ انسان، خدا، اور معاشرہ، پر سب سے زیادہ بحثیں ہوئی ہیں اور پوری ہیں صدیوں سے دانشور اور مفکرین ان تینوں عناصر کے درمیان رابطے کی وضاحت کرنے میں مشغول ہیں اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے، البتہ مغرب میں آنے والی ہمہ گیر تبدیلیوں نے سکیولریزم پر سوچنے، تحقیقات کرنے اور اسے ایک مکتب فکر کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کئے جانے کا مزید موقع فراہم کیا کیونکہ ایک طرف مغرب میں استبدادی حکومتوں ان کے ذمہ داروں کے مظالم، دوسری طرف سے علمی و صنعتی انقلاب، اور تیسری طرف سے معاشرہ پر متضاد و ناپختہ افکار و نظریات کا ہجوم، اس بات کا باعث بنا کہ خدا، انسان اور معاشرہ کے بارے میں خاص نظریات سامنے آئیں، ان میں ایک نظریہ یہ ہے کہ اگر فرض کر لیں کہ خدا خالق ہستی ہے تو اسی خدا نے انسانی امور اور معاشرہ کے انتظام کی ذمہ داری خود انسان کو سونپی ہے بنابرین معاشرہ پر حاکم قانون انسانی قانون ہوگا جو اسی کی فکر کا نتیجہ ہے اب دین کے لئے صرف انسان کی نجی زندگی کا میدان بچ جائے گا ۔ یاد رہے سرزمین مشرق اور عالم اسلام میں یہ نظریہ ناقابل قبول ہے بلکہ پوری طرح سے قرآن و سنت کے برخلاف ہے زیر نظر مقالہ میں ہم اسی موضوع کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور قرآنی آیات سے سکیولریزم کی نفی کریں گے ۔

مغربی دانشوروں اور اسلامی علماء نے سکیولریزم اس کے وجود میں آنے کے اسباب و علل پر بحث کرتے ہوئے مختلف نکات کی طرف اشارہ کیا ہے ان نکات میں یہ بھی ہیں کہ مغرب میں کلیسا کی غلط کارکردگی، مختلف انجیلوں میں موجود بعض ضعیف و غلط تعلیمات، ناگہانی سائنسی و صنعتی ترقی کی بنا پر عوام کا دنیا

پرست ہوجانا، بعض فلسفیوں کی جانب سے انسان و عالم ہستی کے بارے میں ناپختہ نظریات کا پیش کیا جانا، یہ سارے نظریات مغربی انسان کے دنیا پرست اور انسان محور ہونے میں بے حد موثر ثابت ہوئے اور اس کے نتیجے میں دین معاشرے سے ختم ہوتا گیا بلکہ فرد کے ذاتی ذوق و جذبات کا تابع ہو گیا، یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا یہ صورتحال عالم اسلام کے لئے بھی قابل قبول ہے؟ اور اسلامی ملکوں میں اس کا کوئی مقام ہے؟ اور کیا دینی تعلیمات میں اس طرح کے نظریات کی کوئی جگہ ہے؟ قرآن کریم اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ ہم ان سوالوں کا جواب دینے کے لئے سب سے پہلے دیکھیں گے کہ قرآن کی نظر میں انسان کی کیا منزلت ہے، اس کے بعد قرآن کی نگاہ میں انسان کی اجتماعی زندگی کا جائزہ لیں گے تاکہ معلوم ہوجائے کہ اسلامی و قرآنی تعلیمات کیا صرف فردی اور ذاتی امور سے مختص ہیں یا اجتماعی مسائل کو بھی شامل ہیں۔

سکیولریزم کے معنی

آکسفورڈ لغت میں سکیولریزم کے معنی اس طرح بیان کئے گئے ہیں خدا و آخرت پر توجہ کئے بغیر انسان کے معاشی امور جیسے تعلیم و تربیت سیاست اخلاق وغیرہ کو منظم کرنا۔ یہ لفظ، دین کی مخالفت کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا، بہر حال سکیولریزم کے مندرجہ ذیل معنی رائج ہیں۔

دنیا پسندی، بے دینی، لادینیت، دین سے گریز، دنیوی اور عرفی اصولوں کی طرفداری، ماوراء الطبیعی نظریات کا انکار، کلیسا پر حکومت کی فرمانروائی، حذف و تحریف دین

دینی تعلیمات کی مخالفت۔

مغربی دنیا میں بھی سکیولریزم دین و دنیا میں جدائی کا قائل ہونا، دین کو سیاست سے الگ سمجھنا، غیر مقدس، غیر روحانی، عقلانیت پسند، جدت پسندی اور ماڈرن افکار و نظریات کے حامل ہونے کے معنی میں آیا ہے۔

محققین کے مطابق سکیولر فرانسیسی میں *seculier* اور لاطینی میں *secularis* ہے یہ لفظ *seculum* سے نکلا ہے جس کے معنی زمین کے ہیں جو آسمان کے مقابل ہے اس کے معنی عصر، دور، زمانہ، روح زمانہ۔ اور دنیا کے بھی ہیں بنابریں سکیولریزم کے معنی زمین پرستی (یعنی جو چیز زمین پر ہے) یا دنیا پرستی کے ہونگے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ لفظ سکیولریزم نے تاریخی لحاظ سے دو مرحلے طے کئے ہیں، پہلے مرحلے میں یہ لفظ خاص و عدالتی مفہیم میں استعمال ہوا ہے، 1648 میں *westphalie* معاہدہ میں اس کا استعمال ہوا یہ معاہدہ کلیسا کی زمینوں کو غیر مذہبی سیاسی اقتدار کے تحت دینے کے لئے کیا گیا تھا اسی بنا پر لوگ اس کلیسایا زمین کو جو کلیسا کے تسلط سے نکل گئی ہو سکیولر کلیسا یا زمین کہتے تھے۔

دوسرے مرحلے میں عام اور اجتماعی معنی میں استعمال ہوا ہے البتہ صنعتی انقلاب کے بعد کچھ نئے معنی بھی سامنے آئے جیسے کہ وہ پادری جو کلیسا کے قوانین کی پیروی نہیں کرتے تھے انہیں سکیولر کہا جاتا تھا۔

یہاں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا جانا ضروری ہے وہ یہ کہ گرچہ سکیولریزم یورپ میں وجود میں آیا ہے لیکن اس کے بعض پہلو اسلامی ملکوں میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں جیسے دین و سیاست میں جدائی اور دین و دنیا کا الگ ہونا، لہذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ صرف مغربی ممالک ہی سکیولریزم کے قائل ہیں اس کے

علاوہ سیاست میں دین کی عدم مداخلت کا نظریہ دین کے خاتمے کے نظریے کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ دونوں نظریات دنیا پرستی کے دودرجے ہیں ایک ضعیف ہے دوسرا شدید ہے، دنیا پرستی کبھی دین و سیاست میں جدائی کے عنوان سے اور کبھی دین کو پوری طرح سے معاشرے سے نکالنے کے عنوان سے سامنے آتی ہے اور ماورالطبیعی تعلیمات کو غیر عقلانی قرار دے کر انہیں انسانی زندگی سے بے دخل کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ بنابریں اگر ہم سکیولریزم کو دنیا پرستی سے تعبیر کریں تو یہ تعبیر جامع ہوگی کیونکہ سکیولرسٹ دین سے گریز کرنے کے لئے ان امور کا سہارہ لیتے ہیں جیسے انسان محوری، عقلیت پسندی، علم پسندی محض، فہم بشری محض، اور انسانی آزادی وغیرہ، یہ سارے امور دنیا پسندی کے تحت آتے ہیں لہذا سکیولریزم کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے

"دنیوی نقطہ نظر سے انسانی حیات کو دیکھنا" اب اس میں حیات انسانی کے تمام شعبے شامل ہیں۔

آئیے سکیولریزم کی بعض تعریفوں کا جائزہ لیتے ہیں

شایزنے سکیولریزم کی مختلف تعریفیں پیش کی ہیں ہم ان میں سے بعض کا نچوڑ آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔

- 1- جب دین اپنی تمام صورتوں میں یعنی اس کی تعلیمات، اس کی علامتیں، اور اس کے ادارے اور تنظیمیں معاشرے سے ختم ہوجائیں اور ان کی حیثیت و اعتبار بھی زائل ہوجائے تو معاشرے پر سکیولریزم کا اطلاق ہوگا۔
- 2- جب انسان کی توجہ معنوی امور سے ہٹ جائے اور وہ اپنی دنیوی زندگی کی ضرورتیں اور مسائل حل کرنے میں لگ جائے تو سکیولریزم ظہورپذیر ہوگیا ہے۔
- 3- جب بھی دین فردی اور ذاتی حد تک باقی رہ جائے اور اجتماعی زندگی سے بے دخل ہوجائے اور معاشرتی سطح پر بے اثر بن جائے تو سکیولریزم حاصل ہوگیا ہے۔
- 4- جب علوم اور وہ ادارے جو خدا کی قدرت کا مظہر سمجھے جاتے تھے انسان کے بنائے ہوئے امور اور اس کے قبضہ قدرت میں آجائیں تو سمجھ لیں کہ سکیولریزم تحقق پذیر ہوگیا ہے۔
- 5- جب اس مادی دنیا میں روحانی اشیاء کا تقدس ختم ہوجائے تو اس کے معنی ہیں کہ سکیولریزم وجود میں آچکا ہے۔
- 6- جب معاشرہ روایتی اقدار و آداب سے کنارہ کسی اختیار کرلے اور تبدیلیوں کو اپناتے ہوئے عقلیت پسندی اور منفعت پرستی کے مطابق زندگی گزارنے لگے تو سکیولریزم وجود میں آجائے گا۔

البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلی اور دوسری تعریف اور تیسری تعریف میں کوئی فرق نہیں ہے اسی بنا پر یہ مستقل تعریفیں نہیں کہلائیں گی اسی طرح بقیہ پانچوں تعریفیں بھی پہلی تعریف ہی کی طرف لوٹتی ہیں لہذا انہیں جدا کرنے کا کوئی جواز دکھائی نہیں دیتا، لیکن یہ کہنا صحیح نہیں لگتا کیونکہ ہوسکتا ہے شایزنے ہر تعریف میں حقیقت سکیولریزم کے ایک درجے و مرتبہ کی طرف اشارہ کیا ہو بہر حال اگر ہم مذکورہ تعریفوں کا خلاصہ کرنا چاہیں تو یہ تعریفیں مندرجہ ذیل امور کو شامل ہونگی۔

الف: معاشرہ سے دین کا خاتمہ

ب: انسان کی توجہ صرف انسانی مسائل پر مرکوز کرنا

ج: دین کو اجتماعی امر میں تبدیل ہونے سے روکنا

د: انسانی افعال و اعمال کا جواز انسانی صلاحیتوں کے مطابق پیش کرنا نہ کہ خدا کی طاقت کے مطابق۔

ھ:غیبی امور کی نفی اور ان کے تقدس کا انکار۔

و:عقلیت پسندی اور منفعت پرستی کو روز مرہ کی زندگی کی اساس قرار دینا ۔

یہاں پر ہم سکیولریزم کی اپنی تعریف بھی ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ سکیولریزم دنیوی نقطہ نظر سے انسانی حیات کو دیکھنا ہے ۔

قرآن کی روسے سکیولریزم کی نفی کرنے سے قبل آئیے قرآن کی نظر میں انسان کے مقام و منزلت کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ یہ ثابت کرسکیں کہ اسلام معرفت و حقیقت اشیاء کی شناخت پر تاکید کرتا ہے اس کے بعد ہم معاشرے کے بارے میں اسلام کے نظریات کا جائزہ لیں گے تاکہ یہ واضح کرسکیں کہ قرآنی تعلیمات کی روسے سکیولریزم کے وجود میں آنے کا کوئی امکان نہیں ہے بلکہ یہ مکتب فکر اسلام و قرآن کے عین مخالف ہے ۔

انسان، قرآن کی نظر میں ۔

قرآن کریم کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جب بھی قرآن میں کسی شیئ کا ذکر کیا جاتا ہے اس کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے یعنی مادی، معنوی اور فطری لحاظ سے نیز یہ کہ اس کا خود اپنے بنی نوع اور خدا سے کیا ربط ہے ،انسان بھی اس قاعدے سے مستثنی نہیں ہے خدا نے قرآن میں انسان کے مختلف پہلوؤں کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسان کیا ہے ؟کہاں سے آیا ہے ؟اور اسے کہاں جانا ہے ؟اپنے خالق اور دیگر مخلوقات سے اس کا کیا تعلق ہے اور ان سے اس کا رابطہ کیسا ہونا چاہیے ؟بنابریں قرآنی انسان شناسی انسانی مکاتب فکر اور مقدس کتب کی انسان شناسی سے مختلف اور ممتاز ہے انسان کے بارے میں نازل ہونے والی آیات پر غور کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوجاتی ہے اس سلسلے میں آئیے بعض آیات قرآنی کا جائزہ لیتے ہیں ۔

قرآن کی روسے سکیولریزم کی نفی کرنے سے قبل آئیے قرآن کی نظر میں انسان کے مقام و منزلت کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ یہ ثابت کرسکیں کہ اسلام معرفت و حقیقت اشیاء کی شناخت پر تاکید کرتا ہے اس کے بعد ہم معاشرے کے بارے میں اسلام کے نظریات کا جائزہ لیں گے تاکہ یہ واضح کرسکیں کہ قرآنی تعلیمات کی روسے سکیولریزم کے وجود میں آنے کا کوئی امکان نہیں ہے بلکہ یہ مکتب فکر اسلام و قرآن کے عین مخالف ہے ۔

قرآن کے معرفتی یا شناختی پہلو۔

1۔ انسان ازلی گنہگار نہیں ہے

دین مبین اسلام عیسائیت کے برخلاف ابن آدم کو فطری گناہ میں شریک و یکسان نہیں سمجھتا اور نہ اسے ابدی گناہ گار سمجھتا ہے بلکہ انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیکر اپنے الفاظ میں اس کی تعریف اس طرح کرتا

الف۔ انسان اللہ کی مخلوق ہے جس میں اللہ نے اپنی روح پھونکی ہے

ارشاد ہوتا ہے۔ اذ قال ربك للملائكة اني خالق بشرا من طين فاذا سويته و نفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين (الحجر 29)

اے رسول وہ وقت یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک آدمی کو خمیر دی ہوئی مٹی سے جو سوکھ کر کھنکھن بولنے لگے پیدا کرنے والا ہوں تو جس وقت میں اس کو ہر طرح سے درست کرچکوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو سب کے سب اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا ۔

ب: اللہ نے انسان کو سارے اسماء سکھائے ہیں ۔

ارشاد ہوتا ہے و علم آدم الاسماء کلہائم عرضہم علی الملائكة فقال انبئونی باسماء هؤلاء ان کنتم صادقین (بقرہ 31)

اور آدم کی حقیقت ظاہر کرنے کی غرض سے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھادیئے پھر ان فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ ۔

ج: اللہ نے انسان کو قلم کے ذریعے تعلیم دی اور اسے علم عطا کیا ۔

ارشاد ہوتا ہے الذی علم بالقلم ۔ علم الانسان مالم یعلم (سورہ علق 5-4) جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اسی نے انسان کو وہ باتیں بتائیں جو وہ نہیں جانتاتھا۔

د: اللہ نے انسان کو عقل عطا کی

جس سے اس میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوئی ارشاد ہوتا ہے واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئا و جعل لکم السمع و الابصار والافئدة لعلکم تشکرون ۔ سورہ نحل 78 ۔ اور خدا ہی نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا جب تم بالکل نا سمجھ تھے اور تم کو کان دیئے اور آنکھیں عطا کیں دل عنایت کے تاکہ تم شکر کرو۔

ه: اللہ نے انسان کو آزادی کی نعمت اور زمین سے استفادہ کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے و سخر لکم مافی السماوات و ما فی الارض جمیعا منہ (سورہ غافر 64)

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے کام میں لگادیا ہے ۔

و:اللہ نے انسان کے سب سے پہلے گناہ کو بھی بخش دیا ۔

ارشاد ہوتاہے **فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه انه هوالتواب الرحيم**۔ (سورہ بقرہ 37)
پھر آدم نے اپنے پروردگار سے چند الفاظ سیکھے پس خدا نے آدم کی توبہ قبول کرلی بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے ۔

ز:قرآن کریم کی نظر میں گناہ کرنے والا ہی اس کا ذمہ دار ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے **ومن اهتدى فانما يهتدى**
لنفسه و من ضل فانما يضل عليها و لا تزر وازرة وزراخرى و ماكننا معذبين حتى نبعث رسولا(سورہ اسراء15)
جو شخص گمراہ ہوتا ہے تو اس نے بھٹک کر اپنا آپ بگاڑا اور کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ اپنے سر نہیں لے گا اور ہم جب تک رسول کو بھیج کر تمام حجت نہیں کرلیں کسی پر عذاب نہیں کیا کرتے ۔

ح:اللہ نے انسان کو تمام مخلوقات سے افضل خلق فرمایا ہے اور اسے ساری مخلوق پر برتری عطا کی ہے ،ارشاد ہوتاہے **ولقد کرمننا بنی آدم و حملناهم فی البر والبحر و رزقناهم من الطیبات و فضلناهم علی کثیر ممن خلقتنافضیلا** (سورہ اسراء70)

اور ہم نے یقیناً آدم کی اولاد کو عزت دی اور خشکی اور تری میں لے پھرے اور انہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں اور اپنے بہتیرے مخلوقات پر ان کو اچھی خاصی فضیلت دی ۔
ان تمام آیات سے واضح ہوتاہے کہ قرآن نے جس انسان کامل کی شناخت کروائی ہے وہ ایک پاک اور الہی مخلوق ہے ایسا انسان جس کے وجود میں کسی طرح کی آلودگی نہیں پائی جاتی ،انسان کی یہ شناخت عقل سے ہماہنگ ہے اور جذبات کے ساتھ بھی اس میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا یہ نکتہ انسان کے بارے میں قرآن اور اناجیل مقدسہ کے نظریات میں امتیاز پیدا کرتا ہے اور ظاہر سی بات ہے قرآن کے اس نظریے کا بڑی آسانی کے ساتھ دفاع کیا جاسکتا ہے اور معاشرہ میں اس کی افادیت بھی ثابت کی جاسکتی ہے ۔

2 قرآن کریم انسان کے مقام و منزلت پر تاکید کرتا ہے ۔

قرآن کریم کے مطابق خداوند کریم نے انسان کے لئے صرف اور صرف مقام بندگی اور خلافت الہی کو منظور فرمایا ہے اور اس سے بڑھکر انسان کے دعوے کو قبول نہیں کیا ہے اسی بناپر ہم قرآن مجید میں جگہ جگہ پر دیکھتے ہیں کہ انسان کے خدائی کے دعوے کو سختی سے مسترد کیا گیا ہے ۔

الف:فرعون کی داستان میں فرعون کی کارکردگی اس کی اخلاقی ،روحی ،اور نظریاتی خصوصیتوں کو رد کیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے **واستکبر هو و جنوده فی الارض بغیرالحق و ظنوا انهم الینا لا یرجعون**،فرعون اور اس کے لشکر نے روے زمین پر ناحق سراٹھایا تھا اور ان لوگوں نے سمجھ لیا تھا کہ ہماری بارگاہ میں وہ کبھی پلٹ کر نہیں آئیں گے

۔(قصص 39)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی داستان میں بھی انہیں یعنی انسان کو خدا ماننے والوں کی سخت سرزنش کی گئی ہے، ارشاد ہوتا ہے **لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم**، جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ مریم کے بیٹے مسیح بس خدا ہیں وہ ضرور کافر ہو گئے۔ (مائدہ 17)

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ **لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة و مامن الة الااله واحد**، جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے وہ یقیناً کافر ہو گئے (یاد رکھو کہ) خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ (سورہ مائدہ 77)

قرآن مجید اس بات پر بھی تاکید کرتا ہے کہ معجزے انبیاء علیہم السلام کی ذاتی طاقت سے نہیں بلکہ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے رونما ہوتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ **وما كان لرسول ان ياتي بآية الا باذن الله فاذا جاء امر الله قضى بالحق**۔ اور کسی پیغمبر کی یہ مجال نہ تھی کہ خدا کے اختیار دیئے بغیر کوئی معجزہ دکھا سکے پھر جب خدا کا عذاب آپہنچا تو ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا گیا۔ (سورہ غافر 78)

حاصل سخن یہ کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ انسان خدائی کا دعویٰ نہیں کر سکتا اسی وجہ سے مسلمان شہادتین میں کہتے ہیں کہ اشهد ان محمد عبدہ ورسولہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے بندے اور رسول ہیں، رسول و آل رسول علیہم السلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ وہ سب خدا کے بندے اور انسان ہیں گرچہ الہی ذمہ داریوں کی بنا پر ان کا مقام و منزلت نہایت برتر و بالا ہے۔

قرآن نے جو انسان کی شناخت کرائی ہے وہ انسان کی عقل نقاد سے ہرگز تضاد نہیں رکھتی کیونکہ افراط و تفریط سے پرہیز کرنا ایک نہایت ضروری امر ہے اور دانشوروں کے اذہان کو اپنی طرف موڑ سکتا ہے اور بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیتا ہے بنابریں ایسی سوچ سے دین اسلام کا دفاع اور شبہات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

3: قرآن کی نظر میں انسان عقل و فکر کا حامل ہے ۔

عیسائیت نے ایمان کو فکر کی جگہ دیدی اور دین کو حیرت کے معنی سے تعبیر کیا اور اس سے معرفتی پہلو سلب کر لے اور گوشہ نشین ہو گئی لیکن اس کے برخلاف اسلام نے یعقلون، یعلمون، یشعرون، اور یفقہون جیسے الفاظ استعمال کر کے دین کو سمجھنے کی ترغیب دلائی اسلام کا اعلان ہے کہ ایمان صرف فکر و تدبیر و تعقل سے ہی حاصل ہوتا ہے اسی بنا پر اسلام کی نظر میں دین اختیار کرنے میں کسی طرح کا جبر و اکراہ نہیں ہے کیونکہ راہ گمراہی و راہ نجات واضح و روشن ہے اور انسان کو اپنی عقل و فکر سے ان میں سے کسی راہ کا انتخاب کرنا ہوتا ہے لہذا اسلام میں تفکر و تعقل کی کوئی حد نہیں ہے البتہ روایات میں جو ذات خداوندی کے بارے میں سوچنے سے منع کیا گیا ہے اس کی وجہ خود انسان کو انحراف سے بچانا ہے اسلام کی نظر میں انسان کو ہر شئی کے بارے میں سوال کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ اسلام کے نزدیک عقل و تدبیر کا نہایت اعلیٰ مقام اور اہمیت ہے۔

ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین دین کا یہ دعویٰ کہ دینی معارف و تعلیمات غیر عقلانی اور باطل ہیں خود ایک باطل دعویٰ ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات "راز" پر استوار نہیں ہیں۔

4۔ قرآن کی نظر میں انسان اخروی مقامات کا حامل ہے ۔

قرآن نے جس انسان کی شناخت کرائی ہے وہ صرف دنیوی زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک ہمہ گیر انسان ہے مادی و پست زندگی (الحیۃ الدنیا) کے علاوہ وہ برتر و اعلیٰ زندگی یعنی (الحیۃ الآخرہ) میں بھی بھرپور طرح سے وجود رکھتا ہے قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر دنیا اور آخرت کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے اور اخروی زندگی پر تاکید کی گئی ہے تاہم اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان دنیوی زندگی سے غافل ہو جائیں اور کوئی سروکار نہ رکھیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دنیا کے بندے نہ بن جائیں اور دنیا ہی کو اپنا مقصود نہ سمجھ لیں اور آخرت کو بھلا بیٹھیں ۔

5- قرآن انسان کی مادی ضرورتوں پر بھی توجہ رکھتا ہے ۔

دین اسلام انسان کی روحانی اور معنوی ضرورتوں کے ساتھ ساتھ اس کی جسمانی اور مادی ضرورتوں پر بھی مکمل توجہ رکھتا ہے ارشاد ہوتا ہے **قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق قل هي للذين امنوا في الحياة الدنيا خالصة يوم القيامة** (اعراف 32) اے رسول ان سے پوچھو تو کہ جو زینت کے ساز و سامان اور کھانے کی صاف ستھری چیزیں خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں کس نے حرام کر دیں، تم خود کہہ دو کہ یہ سب پاکیزہ چیزیں ان لوگوں کے لئے خاص ہیں جو دنیا کی (ذرا سی زندگی) میں ایمان لائے تھے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ **ولاتنس نصيبك من الدنيا و احسن كما احسن الله اليك ولا تبغ الفساد في الارض ان الله لايحب المفسدين**۔ اور دنیا سے جس قدر تیرا حصہ ہے مت بھول جا اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان کیا تو بھی اوروں کے ساتھ احسان کر اور روئے زمین میں فساد کا خواہان مت ہو اس میں شک نہیں کہ خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (سورہ قصص 77)

انبیاء الہی اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرات دنیوی اور مادی امور سے غافل نہیں تھے آیت اللہ جواد آملی اپنی کتاب "نسبت دین و دنیا" میں کہتے ہیں کہ اسلامی متون کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیوی امور پر تاکید فرمایا کرتے تھے بلکہ یہ تمام انبیاء الہی کی سیرت و سنت رہی ہے

شایان توجہ ہے کہ اگر قرآن و احادیث میں بعض مقامات پر دولت، اولاد، مقام و منصب، کی مذمت کی گئی ہے تو یہ مذمت کلی طور پر نہیں ہے بلکہ انتباہ و توجہ دلانے کے لئے ہے کہ انسان دنیا کا غلام نہ بن جائے اور کوئی مسلمان ان آیات و روایات سے یہ معنی نہیں نکالتا کہ آخرت میں کامیاب ہونے کے لئے دنیوی زندگی کو بالکل ترک کر دیا جائے اور آزادی روح کے لئے جسم کو فنا کر دیا جائے، اسی طرح مسلمانوں کے ذہن میں یہ معنی بھی نہیں آتے کہ دین اسلام انہیں حصول بہشت کے لئے دنیوی زندگی میں ظلم برداشت کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

حاصل سخن یہ کہ اگر دین اسلام صرف انسان کی آخرت پر تاکید کرتا ہوتا تو دنیوی زندگی کے بارے میں کوئی بات نہ کہتا لیکن اسلام نے دنیوی زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی رہنمائی کی ہے اسلام کی یہ تعلیمات سکیولر فکر پر خط بطلان کھینچ دیتی ہیں۔

قرآن انسان کے اجتماعی مقام پر تاکید کرتا ہے ۔

اسلام کی نظر میں انسان فردی اور ذاتی دائرہ میں محدود نہیں ہے بلکہ اسلام اجتماعی زندگی پر تاکید کرتا ہے

اسلام کی نظر میں انسان معاشرے میں ہی کمال کی منزلیں طے کرتا ہے اور اسلام کی نظر میں گوشہ نشینی اور رهبانیت مذموم ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں جس قدر زور روحانی اور معنوی امور پر دیا گیا ہے اتنا ہی زور اجتماعی امور پر بھی دیا گیا ہے اسلام میں رهبانیت اور گوشہ نشینی سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور دنیوی زندگی کو سدھارنے کی کوشش کرنے پر تاکید کی گئی ہے بنابرین قرآن کی نظر میں انسان معاشرے میں بھر پور کردار کا حامل ہے اور معاشرے پر اثر انداز بھی ہوتا ہے، آیۃ اللہ جواد آملی اپنی کتاب نسبت دین و دنیا میں لکھتے ہیں کہ فردی اور اجتماعی ضرورتوں میں عدم امتیاز کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین انسانی زندگی کے تمام امور پر محیط ہے اور دین کو محض فردی امور میں محدود سمجھنا عقل سے مطابقت نہیں رکھتا آیت اللہ جواد آملی لکھتے ہیں کہ فردی و اجتماعی ضرورتیں عقل سے تشخیص دی جاسکتی ہیں ۔

قرآن معاشرے کی ہر ضرورت پر نظر رکھتا ہے

1. اقتصادی امور ۔

اسلام کی نظر میں الناس مسلطون علی اموالہم ایک معتبر قانون ہے اس کے مطابق اسلام عوام کو ان کے مال و دولت پر صاحب اختیار سمجھتا ہے اور تمام مسلمین سے اس قاعدہ پر عمل کرنے کا طالب ہے اسی طرح سے کسی کے مال و دولت پر حملے کو حرام قرار دیتا ہے نیز ایک دوسرے کی رضایت سے تجارت کرنے کا حکم دیتا ہے، قرآن مجید میں سود خوری، باطل معاملات، کم فروشی، اور رشوت سے سختی سے منع کیا گیا ہے اس کے علاوہ معاشرے کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے اسلام نے مختلف اجتماعی منصوبے پیش کئے ہیں جیسے مزارعہ، مساقات، مضاربہ، مشارکت وغیرہ ۔

2. قانونی امور۔

اسلام نے خاص طور سے معاشرتی قوانین بیان کئے ہیں جیسے گھرانے کے قوانین، خواتین کے حقوق اور تمام ارکان معاشرے کے حقوق، اسلام نے احکام نکاح، طلاق، نفقہ، سکونت و حضانت کے احکام بیان کرکے سماجی انصاف کی راہ ہموار کردی ہے اسی طرح اجارہ، صلح، رهن و ضمان جیسے امور پر بھی واضح طریقے سے روشنی ڈالی ہے ۔

3. ثقافتی امور

اسلام معاشرے کی ثقافتی ضرورتوں سے بھی غافل نہیں ہے، اسلام اخلاقی لحاظ سے معاشرے کو صحت مند دیکھنا چاہتا ہے اسی بنا پر اس نے وہ تمام چیزیں حرام کردی ہیں جن سے انسان کے گمراہ ہونے کا امکان ہو اسلام ایسے کھیل کود اور ورزشوں کی اجازت دیتا ہے جو انسان کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرتی ہیں اور اخلاق کو تقویت پہنچاتی ہیں ۔

اسلام ثقافتی لحاظ سے صحت مند معاشرے کا خواہان ہے اسی بنا پر اس نے اسراف و تبذیر کو حرام قرار دیا ہے، اسلام نے مادہ پرستی کو بھی ناپسند کیا ہے لیکن جمود و ٹھہراؤ سے بھی دور رہنے کی تعلیم دی ہے، سچائی پر زور دیتے ہوئے غیبت نامی اور ایک دوسرے کی برائی کرنے سے منع کیا ہے اس کے علاوہ اندھی تقلید اور افسانہ

پرستی سے بھی منع کیا ہے البتہ نیک اور پاکیزہ لوگوں کو نمونہ عمل بنانے پر تاکید کی ہے ۔

4۔ اسلام میں سیاسی اور انتظامی امور ۔

اس مسئلہ پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیں گے اور اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں گے ۔

الف: حاکمیت اللہ ۔

اسلام کی نظر میں حکومت کرنے کا حق صرف اللہ کو ہے اور حکومت اسی کی ذات میں منحصر ہے ، واضح سی بات ہے کہ اللہ کی حکومت کا مطلب اس کاجسمانی لحاظ سے ظاہر ہونا نہیں ہے کہ اس سے ذات خدا مبرا ہے ، بلکہ بدن پر روح کی حاکمیت کی طرح ہے جس طرح سے روح تمام افعال بدنی کا سرچشمہ ہے اسی طرح ذات احدیت تمام قوانین عالم کون کا سرچشمہ ہے لہذا عالم ہستی نہ صرف وجودی اور تکوینی لحاظ سے اللہ کی محتاج ہے بلکہ اس کے قانونی اور انتظامی امور بھی اللہ ہی معین کرتا ہے اسی بنا پر خدا خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے ظالم فاسق اور کافر کے الفاظ استعمال کرتا ہے ۔

ب : حاکمیت نمائندہ خدا (فرد معصوم)

خدا نے روی زمین پر انسان کو اپنا جانشین معین فرمایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک انسان کو دوسرے پر فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے یہ وہی قانون ہے جسے "نفی سلطنت غیر بر بشر" سے تعبیر کیا جاتا ہے ، لیکن انسان کو زندگی میں نظم و نسق قائم کرنے اور زندگی کے اہداف تک پہنچنے کے لئے حکومت اور منظم منصوبوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ خدا کا لطف ہے کہ اس نے ان دونوں موضوعات کو واضح کر کے انسان کی ہدایت کا انتظام کر دیا ہے ۔

خدائے انسان کی سعادت کے لئے اسے دو حکمرانوں کے تحت زندگی گزارنے کی ہدایت کی ہے پہلے حکمران ہیں انبیاء الہی اور ائمہ معصومین اور دوسرا حاکم ہے عقل جسے رسول باطنی بھی کہا جاتا ہے عقل آخری لمحوں تک انسان کے ساتھ رہتی ہے اور اسکی ہدایت کرتی رہتی ہے ۔

ج: حکومت معصوم کاجواز

معصومین کی بے مثال عظمت و خداسے قربت کی بنا پر اللہ نے انہیں انسان پر حاکم قرار دیا ہے اور ان کی اطاعت واجب قرار پائی ہے ، خدا کی جانب سے عقل برتر یا معصوم کو حاکم قرار دیئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی عقلیں دنیوی آلائشوں سے آلودہ اور وہ اپنے فرائض ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہیں لہذا اللہ پاک و پاکیزہ اور درجات قرب حق پر فائز عقلوں کو ہی انسانی کاروان کی ہدایت کی ذمہ داری سونپتا ہے تاکہ انسان ان کی اتباع کر کے منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

اللہ ایک طرف اپنے رسول سے فرما رہا ہے کہ ان احکم بینہم یعنی لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو دوسری طرف قانون سازی کے بارے میں بھی لازمی ہدایات دے رہا ہے اور نہایت اہم نکتہ کی طرف توجہ مبذول کر رہا ہے کہ ہما انزل اللہ ولاتتبع اھوائہم یعنی جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے اس کے مطابق حکم کرو ، بنابرین اسلام میں نہ زور و طاقت کی حکومت ہے اور نہ مکروفریب و حیلہ گری کی اور نہ کسی عام شخص کی فکر حاکم ہے بلکہ یہ اللہ کا

ارادہ اور فرمان ہے جو انبیاء و معصومین کے وجود میں متجلی ہو کر انسانوں پر حکومت کرتا ہے ۔
ان تفصیلات کے مد نظر قرآن سکیولر طرز فکر کو مسترد کرتا ہے اور جیسا کہ آپ نے دیکھا قرآن میں بارہا انسان کی معاشرتی زندگی پر اس کے تمام پہلوؤں کے ساتھ تاکید کی گئی ہے لہذا کس بنا پر سکیولرزم کو قبول کیا جاسکتا ہے ایسا تو ہونہیں سکتا کہ آیت کے ایک حصے کو قبول کریں اور دوسرے کو نظر انداز کر دیں۔

د: قیام حکومت اسلامی کا فلسفہ ۔

قرآن میں جب اللہ انبیاء کے فرائض کی وضاحت کرتا ہے تو ان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ توحیدی معاشرہ قائم کریں اور انسان کو غیر خدا کی پرستش سے دور رکھیں، قرآن میں متعدد آیات میں ان امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے علاوہ عدل و انصاف قائم کرنا بھی انبیاء کی بعثت کا بنیادی مقصد قرار دیا گیا ہے۔
واضح ہے کہ ان اہداف کو حاصل کرنے کے لئے منصوبہ بندی، وسائل و ذرائع اور رکاوٹوں کو ختم کرنے کی ضرورت ہے دوسرے الفاظ میں اس کے لئے حکومتی ادارے اور انتظامی ڈھانچہ نہایت ضروری ہے کیونکہ ان دو امور میں عرفی اور عقلی ملازمہ پایا جاتا ہے، اس کے علاوہ خود رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولی الامر کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے، امیر المومنین علی علیہ السلام ولایت کو دین کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ انبیاء بالخصوص رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد حکومت عدل الہی کا قیام اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے توسط سے کار رسالت یعنی ہدایت انسان کو جاری رکھنا ہے ۔
مذکورہ امور سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ قرآن کریم الہی تعلیمات پر مبنی حکومت کے قیام کا خواہان ہے اور غیر الہی اقدار پر قائم حکومت کو یک سر مسترد کرتا ہے۔ قرآن کی نظر میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ قرآنی قوانین کو جامہ عمل پہنانے کے لئے کوشش کریں اور اسلامی معاشرہ وجود میں لائیں بنا بریں اسلام و قرآن اور سکیولر طرز تفکر میں مکمل تضاد پایا جاتا ہے ۔

تاریخ گواہ ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے اسلامی حکومت قائم فرمائی اور آپ نے اسلام کے مطابق حکومت کی آپ کے بعد بھی گرچہ حاکم کے تشخیص و تعیین میں اختلاف ہو گیا لیکن کسی نے اسلامی حکومت کی ضرورت میں شک نہیں کیا اسی بنا پر اسلامی سرزمینوں کے حکمران خود کو اسلامی حکمران کہلانا ہی پسند کرتے تھے ۔

قابل توجہ ہے کہ وہ پہلا شخص جس نے دین و سیاست میں جدائی کی کوشش کی اور بغیر دین کے حکومت کا نعرہ لگایا معاویہ ابن ابوسفیان تھا، معاویہ نے تمام وسائل و ذرائع سے حکومت بچانے کی کوشش کی اور خلافت کو سلطنت میں تبدیل کر دیا اور امت اسلامی میں اشرافیت یا ایرسٹوکریسی کی بنیاد رکھی ۔

حضرت امام خمینی فرماتے ہیں کہ بنی امیہ کے زمانے میں سب سے پہلے دین و سیاست میں جدائی کا نعرہ لگایا گیا اور بنی عباس نے اس کو استحکام بخشا جبکہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر دینی حکومت کو جہنم میں داخل ہونے کا سبب قرار دیا تھا اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے بھی عوام کو طاغوتی حکمرانوں کی پیروی کرنے سے منع کیا تھا ان امور سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کا ایک اہم ہدف حکومت الہی تشکیل دینا تھا ان حضرات کی جدوجہد بتاتی ہے کہ غیر دینی حکومت قابل قبول نہیں ہے بلکہ حکومت کی بنیاد دین پر استوار ہونی چاہیے ۔

قرآنی آیات میں غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حکومت صرف بشری اور دنیوی امر نہیں ہے اسلام نے حکومت کا اختیار انسانوں پر نہیں چھوڑا ہے بلکہ سماجی زندگی کے بھی احکام بیان کئے ہیں لہذا حکومت کو بشری اور دنیوی امر سمجھنا دین اسلام پر ایک طرح کا ظلم اور قرآن کریم کی صریحی آیات کی مخالفت ہے قرآن کریم سکیولر حکومت کو قبول نہیں کرتا بلکہ سکیولریزم بنیادی طور پر قرآن سے تضاد رکھتا ہے اسے ہم قرآن و سنت نبوی کے برابر لاکر کھڑا نہیں کر سکتے ۔